دارالافتاء

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

مفتی و استاذ شعبہ تخصص فی الفقہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مقبوضہ آباد شدہ شاملات کا حکم

س: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام قرآن وسنت کی روشنی میں کہ ہمارے گاؤں جہانگیرہ کے بعض اراضی شاملات (موات) کو گاؤں کے بعض باشندہ گان نے زراعت اور گھر وغیرہ کی صورت میں آباد کر کے اس پر مالکانہ قبضہ جمائے رکھا ہے۔اور تقریباً نسلوں سے یہ آبادکاران اراضی پر قابض ہیں حکومت وقت کے مجاز افیسران نے بھی ان اراضی کو کاغذات مال میں ان قابضین کے نام کیا ہے۔بعض آبادکار قابضین نے تو ان اراضی میں خرید وفروخت بھی کی ہے۔اب گاؤں کے چند افراد نے تقریباً سوا ایک سو بیس سال بعد ان قابضین پر دعویٰ کیا ہے کہ ان کا یہ قبضہ درست نہیں۔ان سے یہ اراضی واپس لے کر ۱۸۷۰ء میں جہانگیرہ گاؤں کے اصل باشندگان میں تقسیم کیا جائے اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ (۱) کیا ان آبادکاروں کا قبضہ اور ان کا مذکورہ اراضی میں زراعت اور ان اراضی پر مالکانہ تصرف کرنا درست ہے یا نہیں۔(۲) کیا گاؤں کے ان چند افراد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ سوا ایک سو بیس سال کا قبضہ ختم کرائیں جبکہ مذکورہ شاملات کو آباد کرنے والوں کا ان آبادی پر خطیر سرمایہ بھی خرچ ہو چکا ہے اور ان کی زندگیاں بھی ان اراضی کی تعمیر میں صرف ہو چکی ہیں اور حکومت وقت کے مجاز افسران نے یہ اراضی تعمیر کنندگان کے نام کاغذات مال میں درج بھی کی ہیں۔ والسلام

المستفتی نقیب احمد ولد پروفیسر عبید الرحمان

سکنہ جہانگیرہ ضلع صوابی تحصیل لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق

زمانہ قدیم سے دو قسم کی راضی چلی آ رہی ہیں ایک قسم کے اراضی کو ملکیتی اراضی کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کی اراضی جو غیر آباد ہوا کرتی ہے' اس کو شاملات کہا جاتا ہے جسے عربی زبان میں موات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس قسم کی اراضی (شاملات) کے لئے شریعت مقدسہ نے متعدد نصوص میں یہ اصول بیان کئے ہیں' کہ اس قسم کی راضی اس وقت

تک کسی کی انفرادی ملک میں نہیں آ سکتی جب تک کوئی شخص اس کو آباد نہ کرے اور جب کوئی شخص اس بنجر اور غیر آباد اراضی کو کاشت، مکان، دکان یا کسی اور ذریعہ معاش کی صورت میں آباد کرے تو اس تعمیر کے بعد وہ قطعہ اراضی اسی ہی کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ وہی شخص اس کا مالک بن جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: من احیاء ارضاً میتة فهی له ولیس لعرق ظالم حق (ابوداؤد ۲/ ۸۱ باب احیا الموات)

کہ جو شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے وہ زمین اسی کی ہے اور دوسرے کی زمین میں ناحق طور پر آبادکاری کرنے والے کو کوئی حق حاصل نہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ قال النبی ﷺ من أعمر ارضاً لیست لاحد فهو احق: قال عروه قضی به عمر فی خلافته (بخاری بحوالہ اعلاء السنن ۱۸/ ۳) کہ جس نے کوئی ایسی زمین آباد کر دی جو کسی کی ذاتی ملکیت نہ تھی تو وہ اس اراضی کا حقدار ہے حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اسی پر فیصلے کئے۔

اسی طرح حضرت عروہ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں: اشهد أن رسول الله ﷺ قضی ان الارض لله والعباد عباد الله ومن احیا مواتاً فهو احق بها (ابوداؤد) کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے'' جو شخص کسی مردہ زمین کو آباد کرے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی قطعہ اراضی کے گرد کو اس خیال سے باڑھ لگایا یا پتھر لگا کر گھیر لیا کہ وہ اس کو آباد کرے گا تو تین سال تک اس کو اس زمین کی آبادکاری کا حق حاصل ہوگا اگر چہ وہ آباد کئے بغیر اس زمین کا مالک نہیں بن سکتا۔

احیاء موات کے بارے میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شاہی فرمان جاری کیا تھا کہ ان من احیا ارضاً میتة ببنیان او حرث واحیوا بعضاً وترکوا بعضا فأجز للقوم احیاء هم الذی احیوا ببنیان او حرث (کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۹۱) ''جن لوگوں نے کسی مردہ زمین کو عادت بنا کر یا کھیتی باڑی کر کے آباد کیا...... یا کچھ حصہ کو آباد کیا اور کچھ حصے کو آباد نہ کیا تو ایسے لوگوں کی صرف اس آبادکاری کو تسلیم کرو (یعنی انہیں اس حصے کا مالک سمجھو) جو انہوں نے عمارت بنا کر یا کھیتی لگا کر آباد کیا ہو۔''

لہذا انہی نصوص کی بناء پر فقہا اسلام نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص غیر آباد زمین (شاملات) کو آباد کرے گا تو وہ اسی کا مالک بن جائے گا۔ صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے ہاں غیر آباد اراضی کو صرف آباد کرنے سے وہ شخص اس اراضی کا مالک بن جاتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں غیر آباد اراضی کو آباد کرنے کے ساتھ ساتھ مالک بننے

کے لئے حاکم وقت یا مجاز افسر کی اجازت بھی ضروری ہے۔

کما فی الھندیة والملک فی الموات یثبت بالاحیاء باذن الامام عند ابی حنیفةؒ وعند ابی یوسفؒ و محمدؒ یثبت بنفس الاحیاء (الھندیہ ۵/۳۸۶)

اورعلامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے: اذا احی مسلم او ذمی ارضاً غیر منتفع بھا ولیست بمملوکة لمسلم ولا لذمی ملکھا ان اذن له الامام فی ذلک وقالا یملکھا بلا اذنه ھذا لو کان مسلماً فلو کان ذمیاً شرط الاذن اتفاقاً (درمختار علی ھامش ردالمحتار ۵/ ۲۷۷)

اگرچہ فقہاء احناف نے امام صاحب کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

کما قال العلامة ابن عابدینؒ: وقول الامام ھو المختار ولذا قدمه فی الخانیة والملتقی کعادتھما وبه اخذ الطحاوی وعلیه المتون (درالمختار ۵/ ۲۷۸)

تو چونکہ صورت مسئولہ میں دونوں طرح کی شرائط موجود ہیں (۱) ایک تو گاؤں کے بعض باشندگان نے اس غیر آباد اراضی کو آباد کیا ہے۔ (۲) مجاز افسران نے آباد شدہ اراضی کو ان آبادکاروں کے نام بھی کیا ہے اس لئے ان شرائط کی موجودگی میں مذکورہ بالا تفصیل کی رو سے شرعاً یہ آبادکاران اراضی کے مالکان ہیں ان کو اس اراضی پر جملہ حقوق مالکان حاصل ہیں' گاؤں کے بعض افراد کا ان آبادکاروں پر دعویٰ کرنا کہ اس اراضی کو ان آبادکاروں سے واپس لے کر گاؤں کے باشندگان میں تقسیم کیا جائے صحیح نہیں اور ان کا یہ دعویٰ شرعاً بالکل غلط اور ناحق ہے۔

اس کے علاوہ صورت مسئولہ کے مطابق گاؤں کے ان بعض افراد کا یہ دعویٰ ایک اور وجہ سے بھی قابل سماعت نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ان دعویداران کا یہ دعویٰ ۱۰۰۔۱۲۰ سال بعد کا ہے حالانکہ شریعت مقدسہ نے سماع دعویٰ کے لئے زیادہ سے زیادہ ۳۶ سال کی تاخیر کی حد مقرر کی ہے۔ اس لئے جو دعویٰ بلا عذر شرعی ۳۶ سال موخر ہو جائے۔ تو اتنی تاخیر کے بعد شرعاً اس دعویٰ کو نہیں سنا جائے گا اتنی مدت تاخیر اس بات کی دلیل ہے کہ مدعی بہ دعویدار کا حق نہیں کما فی شرح المجلة ولا تسمع بعد مرور ست وثلاثین سنة .... ثم ادعیٰ متولی وقف انه من مستغلات وقفی فلا تسمع دعواہ (شرح المجلة لرستم باز مادة ۱۶۶۱ ص ۹۸۶) وفیه ایضاً لان ترک الدعویٰ زماناً مع التمکن من قیامھا یدل علی عدم الحق ظاھراً (ص ۹۸۳) اور اتنی تاخیر کے بعد عدم سماعت کا حکم اتنا اٹل ہے کہ اگر کسی قاضی (جج) کو حاکم وقت بھی سماع دعویٰ کا حکم دے تب بھی قاضی اس دعویٰ کو نہیں سنے گا کما فی شرح المحلة واما اذا مضیٰ علی الدعوی ثلاثون سنة بلاعذر فلا تسمع وان امراء السلطان